قرآن شناسی

حجۃ الاسلام سید مجتبیٰ موسوی لاری

رسالت کے لئے ایسے معجزہ کا ہونا بھی ضروری ہے جو اس بات کو ثابت کرے کہ اس کا تعلق ماورائے طبیعت سے ہے اور رسالت سے اس کی جدائی ناممکن ہے۔معجزہ وہ کھلا ہوا برہان ہے جس کے اظہار کے بعد مخالفین کی تمام بے منطق دلیلیں ختم ہوجاتی ہیں۔معجزہ اس بات کو بھی ثابت کرتا ہے کہ یہ شخص اپنے دعویٰ میں سچا ہے۔

یوں تو تمام انبیاء اپنی رسالت الٰہی کے انجام میں ایک ہی مقصد رکھتے تھے، بلکہ ہر ایک کی خصوصیات سے قطع نظر کرتے ہوئے دیکھا جائے تو ان کی نوع تعلیمات بھی باہم مشابہ تھیں۔ البتہ موجودہ ضرورتوں کے پیش نظر خصوصیات زمانی کے لحاظ سے اپنے اپنے طریقۂ عمل کے مطابق ترقی وتکامل میں پیشرفت ہوتی تھی۔

مختلف انبیاء کو مختلف قسم کے معجزات دئے جانے کا یہ تھا کہ سابق انبیاء کے دوران رسالت لوگوں کی توجہ مشاہدات اور آنکھوں سے دیکھ لینے پر موقوف تھی۔ اور اس زمانے کے کاہن وذہین لوگ عوام کے افکار پر جو قید وبند لگاتے تھے اس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ عمومی افکار ایک محدود مرکز پر جمع رہتے تھے۔ اور یہی خدا سے ان کی دوری کا سب سے بڑا سبب تھا۔ نیز فکر بشر کے انجماد کی علت بھی یہی تھی۔

اسی لئے انبیائے الٰہی خدا کی طرف سے اسی بات پر مامور تھے کہ اس حساس ترین نقطۂ انحراف کو آماجگاہ تبلیغ قرار دیں۔ اور اسی طرح کی چیزوں کے ساتھ ،یعنی جو عوام کی نظروں میں اسی طرح ہوں مثلاً معجزات، ان لوگوں کے مقابلہ کے لئے کھڑے ہوجائیں اور اپنی اعجازی طاقت سے مخلوق کی خدا سے جدائی والی علت اور افکار کے ایک جگہ محدود ہوجانے کے سبب کو یعنی اس زمانہ کے کاہنوں اور قہرمانوں کی نظر بندیوں وحیرت انگیزیوں کو جو انسانی روحوں کو اپنے جال میں پھانس لیتے تھے' باطل قرار دیں اور اپنے اعجاز کی نمائش اور دین الٰہی کے واقع بنیانہ اصول کو پیش کرکے آدمیوں کے سامنے رشدوہدایت وتکامل کے دروازے کھول دیں اور ان کی تمام ابعاد زندگی اور ان کے حالات کو خدا سے جوڑ دیں۔معجزہ کی حقیقت کا یہ صرف ایک گوشہ ہے۔

حضور اکرمؐ بھی ایک ایسے معاشرہ میں آسمانی رسالت کے لئے منتخب کئے گئے ،جس میں عوامی افکار انشائے کلام بلیغ ، پسندیدہ وشیریں اشعار پڑھنے اور ادبی ابتکار کے محور کے گرد گھومتے تھے۔ اور ایسے ہی محور کے گرد گردش فکری کے ہونے نے، جو نہ اصولی مسائل کا جز، تھا اورنہ انسانی زندگی کے حیات بخش اجزاء میں تھا، لوگوں کوخدا سے بے توجہ بنادیا تھا۔ اوریہی افکار میں جمود وتوقف کا سبب بن گیا تھا۔

ان حالات میں پروردگار عالم نے اپنے رسولؐ کوقرآن جیسے ہتھیار سے مسلح کرکے بھیجا، جو ادبائے عصر کے آثار سے مشابہ اور بالاترین تھا۔ البتہ اس کی خصوصیت یہ تھی کہ منحصر بہ فرد تھا اور ایسا حیرت انگیز جوعہدۂ بشر سے خارج تھا۔

آیات الٰہی کی کشش وشیریں بیانی نے قوم عرب کے دلوں کو احساس وادراک سے پر کردیا اور وہ لوگ اس امانت الٰہی کی طرف نہایت گیرائی کے ساتھ متوجہ ہوگئے ۔قوم عرب، جوفن بلاغت اور اس کے آثار ورموز سے مکمل طور پر آگاہ تھی، اس بات کو سمجھ گئی کہ قرآن کی بلاغت بشری طاقت سے باہر ہے اور یہ ناممکن ہے کہ اس کو سن کر اور اس کے معانی کو سمجھ کر اس کی طاقت بلاغت سے متاثر نہ ہوا جائے! اور یہی وجہ ہے کہ نزول وحی کے ساتھ ساتھ لوگوں کا تاثر بڑھتا گیا اور دین الٰہی کی طرف ان کے میلان کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی۔

رسول اکرمؐ اگر قرآن کے علاوہ کوئی اور معجزہ پیش کرتے تو عرب کی عام ذہنیت کی بناپر وہ قابل توجہ نہ ہوتا اور اس میں شک وتردید کے راستے کھل جاتے ،لیکن چونکہ اس زمانے کے عرب فن سخنوری سے بخوبی آگاہ تھے اور لغت وادب کے اساتذہ اور قہرمان ان کے درمیان موجود تھے، اس لئے وہ قرآن کی غیرمعمولی بلاغت خارق العادہ کی تردید کرہی نہیں سکتے تھے۔

دیگر انبیاء کے معجزات ان کے زمانہ تک محدود تھے۔ یہ اس بات کی دلیل تھی کہ ان کی شریعتیں ناپائدار اور وقتی تھیں۔ لیکن رسول اسلامؐ کی نبوت تمام جہان کے لئے تھی اور آپ کی شریعت تمام شرائع میں مکمل ترین شریعت تھی، اس لئے آپ کو وقتی معجزہ نہیں دیا گیا تھا، کیونکہ جیسے آپ کا دین ابدی ہے اسی طرح آپ کا معجزہ بھی ابدی ہونا چاہئے تھا۔

دائمی رسالت کے لئے دائمی معجزہ ہونا چاہئے ،جو ہر زمانہ میں کار آمد ہوتا کہ جس طرح وہ گذرے ہوئے لوگوں پر حجت تمام کرتا ہے آئندہ لوگوں کے لئے بھی حجت تمام کرے۔ کیونکہ اگرمعجزہ

کی عمر کوتاہ ہوگی تو وہ بعد والی نسل کے لئے قابل رویئت نہ ہوگا اور اس سے مستقبل والوں کے لئے حجت نہیں پیش کی جاسکتی ، اس لئے قرآن مجید کو بہ عنوان معجزہ ابدی وپائدار اور خدا کے آخری کلام کے عنوان سے پیش کیا گیا۔

پیغمبر اسلامؐ نے مقدماتی تدارکات کے بغیر جس دن سے اپنے آئین کو بہ صورت مکتب جہانی پیش فرمایا، کہ جس کے نفوذ کا منطقہ نسلی اور جغرافیائی سرحدوں میں محدود نہیں کیا جاسکتا ، اسی دن سے اس جاودانی سند کو اس بات کے اثبات کے لئے بھی پیش کیا کہ میں پوری کائنات کے لئے نبی بنا کر مبعوث کیا گیا ہوں، تاکہ یہ زندہ دلیل ہو کہ آپ کی بعثت وجنبش انقلابی تاریخ بعثت اور انبیاء کے جنبشہائے انقلابی کی آخری فصل ہے۔

اسی لئے بعثت رسولﷺ کا معجزہ خاتم بعثت کا معجزہ ہے۔ اور قرآن نے اپنے مخصوص لب ولہجہ میں ہر جگہ پر نزول آیت کے تحت شرائط یا تاریخی واقعات بیان کرنے کے ضمن میں یا عصر رسول اسلام میں ہونے والے واقعات کی شرح میں یا زندگی کے گوناگوں مسائل کے بارے میں بصورت تمثیل ، زندگی کے بالاتر مراتب کے لئے ہدایت بشر کی خاطر اس طرح سے لازمی رہنمائی کردی ہے کہ جس سے واقعات کی تحلیل وتجزیہ کے ذریعہ اور ان جاری حوادث کے ذریعہ جن میں ان تحولات کے مورد پر قرآن کی قضاوت اور اس کا نقطۂ نظر حاوی ہے، کلی اصول کا استنباط کیا جاسکتا ہے۔

اسلام نے جو روحانی تحول اور تاریخی واجتماعی انقلاب پیش کیا ہے وہ ایک ایسا راز ہے جس کو قرآن کے تدریجی فلسفہ کے علاوہ کہیں سے درک نہیں کیا جاسکتا ۔

اگر چہ سطحی وجاہل افراد کی نظر میں قرآن کا تھورا تھوڑا نازل ہونا باعث نقص سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اگر تاریخی واقعات اور زمانہ کو پیش نظر رکھ کر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ پیغمبرؐ کی کامیابی میں بنیادی طور سے یہ دخل ہے۔

جس طرح طویل بیماری طویل علاج چاہتی ہے ، اسی طرح جو عوامل مستمر طریقہ سے انسان کو حقائق ہستی تک پہونچنے سے روکتے ہیں اور اس کی رشد وبلندگی کے حصول میں مانع ہوتے ہیں، وہ بھی ایک ایسے فکری نظام اور ہمہ جانبہ اجتماعی اصول کے مرہون منت ہوتے ہیں جو فکری خطوط کو ترقی دے سکے اور اس کو ایک معین مقصد یعنی انسان کو خود اپنے سے بیگانگی کی قیدوبند سے آزاد کراسکے اور اس مقصد کی طرف رہبری کرسکے۔اور اس صورت کے علاوہ مسئلہ کا حل ناممکن ہے۔اس لئے صرف اسلام

ہی ایک ایسا ممکن نظام ہے جو ان تمام خصوصیات کا محامل ہے اور تمام ضرورتوں کا جواب دینے والا ہے۔

عام مسلمان تو قرآن کے اعجاز پر صرف دینی عقیدہ رکھتے ہیں، لیکن اہل نظر واہل تحقیق علمی عقیدہ رکھتے ہیں، کیونکہ جہاں بنی اور محتوای علمی وتربیتی اور فرد وگروہ پر قدرت رہبری کے لحاظ سے قرآن حیرت انگیز حد تک جامعیت رکھتا ہے۔ اور اس امر میں ابھی بہت زیادہ تحقیق کی جاسکتی ہے۔ اس طرح اس میں علمی تحقیق کی تو اشد ضرورت ہے۔

قرآن مکتب اسلام کی تحقیق وکدو کاوش کا اصلی منبع ہے۔ اور ہر زمانہ اور ہر دور اور دنیا کے ہر گوشہ میں قرآن ایک ایسا کامل وآزادانہ معاشرہ وجود میں لاسکتا ہے، جس کے زیر سایہ انسان کی تمام چھپی ہوئی طاقتیں اور تمام استعداد اجاگر ہوسکتی ہیں اوراس طرح ان بستہ راہوں کو کھول سکتا ہے، جو ایک آئیڈیل معاشرہ اور حکومت الٰہی والے معاشرہ تک پہونچاتی ہیں۔

قرآن کو نازل ہوئے چودہ سو سال سے زیادہ مدت گزر گئی اور اس مدت میں انسان نے بہت سے تغیرات کو اپنے پیچھے چھوڑ دیاہے۔ پھر بھی رشدوتکامل کے مراحل طے کرنے کے ساتھ ساتھ اور آفرینش کے اسرارو رموز پالینے کے باوجود اسے اور ہر زمانہ میں اس کی احتیاج رہی ہے اور وہ اپنا معرف بھی رہا ہے۔

اس معجزہ (قرآن) نے اسی وقت سے جب کہ لوگوں کے اندیشہ وفکر کو کمال نہیں حاصل ہوا تھا، یقینی طور سے پیغمبر اسلامؐ کی رسالت کو ثابت کردیا تھا اور آج بھی جبکہ نسل بشر اپنے کو ادراک وعلم ومدنیت کے درجۂ کمال پر فائز سمجھتی ہے، قرآن بہ عنوان معجزۂ مستمر تاریخی اور بصورت زندہ دلیل کے خاتم الرسلؐ کی حقانیت کو ثابت کرسکتا ہے۔ اورصرف یہی نہیں بلکہ انسانی معلومات کے حدکمال پر پہونچنے اور فکر کے تازہ افق کی وسعت نے ہمارے لئے یہ بات ممکن بنادی ہے کہ گزشتہ لوگوں اور ان کے حالات سے مزید استفادہ کریں۔

اگر قرآن فقط کسی ایک معین حصۂ یا محدود مکان کے بارے میں اپنی توجہ مرکوز رکھتا تو اپنی اعجازی خصوصیت کے باوجود زمانۂ مستقبل کے بارے میں پیشروی نہیں کرسکتا تھا۔ قرآن کے جاودانی ہونے کا راز ہی یہ ہے کہ قرآن نے زمانہ کے روز افزوں ترقی یافتہ حوادث کے بارے میں اس نے معنوی ہدایت بخش فرامین صادر کئے ہیں اور تمام حوادث حل کا اصلی منبع یہی ہے۔

تاریخ گواہ ہے کہ حضور سرورکائنات کا ظہور اور آپ کا عمل معاشرہ کے درمیان مرحلۂ تفکر

وتعقل تک پہونچ جانے کا بشارت دہندہ اور انسان کے ارادہ کو بسط واستقلال وتوسعہ دینے والا یہی قرآن ہے، باین معنی کہ انسان رشد واندیشہ کے مرحلہ میں تحقیق کے سلسلہ میں دیکھنے کے بجائے غورکرنے کی منزل میں گامزن ہوتا ہے اور فطری حوادث میں دقت نظر اور گہرائی فکر کے بجائے سادہ اندیشی کو اختیار کرتا ہے، تاکہ غیر طبعی حوادث اور خارق عادت اشیاء میں انبیائے سابقین کی رسالت کی طرح معجزہ کے سامنے سرنگوں ہو۔ واقعی قرآن بشر کو مسلسل دعوت دے رہا ہے۔'' تدریجی طور پر بشریت کو اس کی جستجو کا ثمرہ اسی وقت مل سکتا ہے جب محقق کا ذہن پہلے کی خود خیالی تصویر اور پیشگی عقیدہ سے خالی ہو، کیونکہ پہلے ہی سے قرآن کریم سے عصبیت رکھنا اور اپنا فیصلہ پہلے ہی سے متعین کرلینا صرف جمود وتحجر کا سبب ہوتا ہے۔ اور یہ بات ایسی ہے کہ ہر منصف مزاج محقق کو اس سے بچنا چاہئے۔

یہ بات مسلمات سے ہے کہ قرآن 'عقلمندوں' کی کسی کمیٹی کے افکار کا نتیجہ نہیں ہے۔ اور یہ ناممکن ہے کہ جب عقلائے دہر کا مجمع ایسی چیز نہیں پیش کرسکتا تو صرف ایک آدمی'' جس نے دنیا میں کسی کے سامنے زانوئے ادب تہہ نہ کیا'' تن تنہا، جو جزیرہ العرب جیسے پست ترین معاشرہ میں پیدا ہوا ہو اور وہ بھی ایسے زمانہ میں کہ جب عربوں کو علم وفلسفہ سے کوئی لگاؤ نہیں تھا۔ نہ اس کو پیش کرسکتا تھا اور نہ کہیں سے اقتباس کرسکتا ہے۔

قرآن نے بشر کی بلندی کے لئے جو نظام پیش کیا ہے، اگر اس میں غور کیا جائے اور سابق نظاموں وقوانین سے ان کا مقابلہ کیا جائے تو روز روشن کی طرح یہ حقیقت سامنے آجاتی ہے کہ یہ قرآن نہ تو ان سابق نظاموں کی کتابوں سے اقتباس شدہ ہے اور نہ ان سے مشابہ ہے، بلکہ یہ بالکل نیا ہے، کلام اللہ انسانی معاشرہ میں انقلاب لانے والا اور معاشرہ کو عدل وانصاف کی بنیادوں پایوں پر قائم کرنے والا اور محروم وستمزدہ لوگوں کو مساوات وآزادی دلانے والا ہے۔قرآن نے سابق امتوں اور پہلے کے انبیاء کے حالات اور ان کی زندگی کے واقعات کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔قرآن میں جو قصے بیان ہوئے ہیں اور جن حوادث کا ذکر کیا گیا ہے، وہ بے مثال واقعیت کے حامل ہیں ۔ ہر نظر میں ہم دور ونزدیک اشارہ کے ساتھ حقیقت کے تاروپود کو دیکھتے ہیں۔

قرآنی حکایات کا توریت وانجیل سے نسخہ برآوری کا امکان مکمل طرح سے منتفی ہے، کیونکہ سرگذشت انبیاء کے بیان میں نقش قرآن مثبت قالب میں ہے۔ قرآن خود اصلاح تغیر دیدیتا ہے۔

پیغمبروں کے قصوں میں جو باتیں نامناسب ہیں یا فطرت توحید وعقل کے خلاف ہیں یا اصلی مذہبی بینش کے متضاد ہیں، ان کو حذف کردیتا ہے۔ کیونکہ اگر نسخہ برآوری ہوتی، تو یہ بات ممکن نہیں تھی ۔ دراصل نسخہ برداری تقلید واقتباس کا نام ہے جو منفی جنبہ رکھتا ہے۔

ڈاکٹر موریس بوکائے اس سلسلہ میں اس طرح اظہار نظر کرتے ہیں : مغربی ممالک میں یہودی، عیسائی اور لامذہب بغیر کسی دلیل کے سب کے سب اس پر متفق ہیں کہ محمدﷺ نے قرآن کو کتاب مقدس کی تقلید کرکے لکھا یا لکھوایا ہے۔ اور یہی لوگ کہتے ہیں کہ قرآنی قصص دینی تاریخ نے عہدین کے قصص کو ابتدا سے لکھا ہے۔ یہ اعتراض ایسا ہے کہ کوئی کہدے کہ جناب عیسیٰؑ عہد قدیم سے واقعات لے کر اپنے معاصرین کو موعظہ فرماتے تھے اور اس طرح انہوں نے لوگوں کو اپنا فریفتہ بنالیا تھا۔ پس جس طرح جناب عیسیٰؑ پر اعتراض غلط ہے، اسی طرح حضرت محمدﷺ پر بھی غلط ہے۔ پوری انجیل متی عہد قدیم سے ماخوذ ہے۔ اس کے باوجود کون مفسر یہ سوچ سکتا ہے کہ اس بنا پر خدا کا رسولؐ ہونے کی صفت حضرت عیسیٰؑ سے سلب ہوگئی ؟

اسی طرح عہد نبی کے قصص وقرآنی قصص اور دیگر موضوعات میں مشابہت سے خصوصاً جو چیزیں دینی تاریخ سے مربوط ہیں، جائے انکار نہیں ہے، (مگر اس سے رسول اکرمؐ کی رسالت پر اثر نہیں پڑتا) کتنی عجیب وغریب بات ہے کہ مغربی ممالک والے حضرت عیسیٰ پر اعتراض نہیں کرتے کہ وہ اس قسم کے اعمال اور تعلیمات کا ذکر انجیل سے کیوں کرتے ہیں؟ لیکن یہی لوگ بغیر کسی احساس کے محمدؐ پر یہی اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چونکہ ان چیزوں کو محمدؐ بہ عنوان وحی متعارف کراتے ہیں، لہٰذا (معاذ اللہ) جھوٹے ہیں۔

لیکن کوئی ان سے پوچھے کہ رہبانیوں نے محمدؐ کو جو چیزیں یاد کرائی تھیں یا لکھوائی تھیں اور محمدؐ نے ان کا اپنے قرآن میں ذکر کیا ہے، تو آخر وہ کیا باتیں ہیں؟ در اصل یہ سب اور کہاں ہیں؟ بالکل ہی بے بنیاد باتیں ہیں۔

بھلا یہ کیونکر ممکن ہے کہ چودہ سو سال پہلے جو واقعات شائع تھے اور علمی نقطۂ نظر سے ان مین جو اشتباہات تھے، ان کو دور کرکے اور ان صحیح واقعات کو جن کی درستگی کو ہمارا آج کا ترقی یافتہ علم ثابت کرچکا ہے، ایک شخص (امّی) بیان کرے اور ان کی نشاندہی کرے؟ یاد رہے کہ قرآن مجید نے داستان خلقت کو کتاب مقدس کے قصے سے بالکل ہی الگ بیان کیا ہے۔[۱]

کہنا صرف اتنا ہے کہ حقیقت کا متلاشی انسان قرآن کے لئے، جو ایک کتاب بھی ہے، برہان رسالت بھی ہے اوراعجاز پیغمبرؐ کا مظہر بھی ہے، وحی الٰہی کے منبع کے علاوہ کسی اور چیز کا قائل نہیں ہوسکتا۔

اسی وجہ سے قرآن ایک ابدی ، روشن اورواضح معجزہ بن کر خدا کی طرف سے آیا ، تاکہ اسلامی تعلیمات وقوانین زمانہ کی رفتار ترقی کا ساتھ دے سکیں۔ اس لئے ان دستورات اور فرامین کو الفاظ وجملات کے اعجازی قالب میں ڈھال کر ظاہر کیا۔ اور اس طرح کینہ توز دشمنوں اور ان کی مکاریوں کا جواب دینے اور نظام دین کی حفاظت کا ارادہ الٰہی ظاہر ہوا۔

احکام الٰہی کے قالبوں کو پابندی اور ثبات بخش کر دشمنوں کے ہاتھوں کو قرآن میں تغیر وتبدیل وتحریف سے ہمیشہ کے لئے روکنے کے لئے قطع کردیا اور تعلیمات وقوانین الٰہی کو زمانہ کے ساتھ ساتھ مستمر کردیا۔ قرآن کا ایک اعجاز اس پہلو سے بھی ہے کہ اس نے انسانی زندگی میں ایک جہانی انقلاب اورعظیم تمدن پیدا کردیا۔

اسلام کی شناخت میں یہ نکتہ قابل توجہ ہے کہ اس نے ایک جنگجو، پراگندہ اورعلم سے محروم ملت کو جو اپنے قبیلوں کے اتحاد سے بھی بے خبر تھی، ایک جہانی ملت عالمی قوم بنادیا۔ اسی طرح وسیع ومعنوی ابعاد کے ساتھ ایک ایسے تمدن کی بنیاد رکھی، جس میں اپنی ذات کے علاوہ کسی سے مدد نہیں چاہی، بلکہ اس کے بر خلاف دنیا کے انقلابات اورنسل وقوم وطبقات اجتماعی کی بنیاد پر بین الاقوامی قانون سازی ، آزادی فکرو دانش تکریم علم، یہ ساری چیزیں قرآن واسلامی نظام کی مرہون منت ہیں۔ ان تمام چیزوں کے لئے قرآن سے استفادہ کیا گیا ہے،قرآن نے ان سے استفادہ نہیں کیا۔

بلکہ حملہ آوروں نے جب اسلامی سرزمین پر حملے کئے اور اپنی برتری کی بنیاد پر مسلمانوں پر غالب آگئے، تو بجائے اس کے کہ وہ مسلمانوں کو اپنا ہم مذہب بناتے، اسلام کی معنوی قوت سے متاثر ہو کر مغلوب ملت کا مذہب قبول کرلیااور مسلمان ہوگئے۔ اور ملتوں کی تاریخ میں یہ کہیں نہیں ملتا کہ غالب قوم نے مغلوب قوم کے مذہب کو قبول کرلیاہو یہ صرف اسلام کی ہی خصوصیت ہے۔

حوالہ:

۱۔توریت، انجیل ،قرآن،ص ۱۷۸۔۲۰۷